رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ . . . . ے
ششماہی . . . . ے

قیمت فی پرچہ (۲؍)

ہفتہ وار
مملکت

ایڈیٹر:- میر حسن الدین
مینجنگ ایڈیٹر:- سید عابد حسین

رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ . . . . ے
ششماہی . . . . ے

قیمت پرانا پرچہ (۴؍)

جلد (۹) | ۲۱ شہریور ۱۳۵۸ ف | ۴ شوال المکرم ۱۳۶۸ھ روز یکشنبہ | ۳۱ جولائی ۱۹۴۹ء | نمبر (۱۶)

ہندوستان کا جدید دستور

ایم۔ این۔ رائے کا تبصرہ

مجلس دستور ساز کا کام اب قریب الختم ہے۔ ہندوستان کا جدید دستور تقریباً تیار ہو چکا ہے۔ عام انتخابات آئندہ سال عمل میں آئیں گے۔ لیکن یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ وہ عوام جن کی مرضی اس دستور کی تیاری میں کارفرما کہی جاتی ہے اس دستور سے بالکل ناواقف ہیں کیونکہ ان کی اکثریت ان پڑھ اور جاہل ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ میں بھی جو لوگ سیاسی رجحانات رکھتے ہیں اکثر ایسے ہیں جنھوں نے مجلس دستور ساز کی کارروائیوں کو غور سے نہیں پڑھا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مملکت ہند کے بنیادی قانون کو عوام سوچ سمجھ کر قبول کر رہے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اس دستور کا مسودہ سیاسی قائدین نے مرتب نہیں کیا بلکہ پیشہ ور قانون دانوں نے مرتب کیا ہے جن کے پیش نظر ملک کے معاشی اور ثقافتی حقائق نہیں تھے بلکہ وہ کتابیں تھیں جو دساتیر پر لکھی گئی ہیں۔ انھوں نے بیرونی ممالک کے ماہرین دستور کے خیالات کو مسلّم اصول کے طور پر قبول کر لیا۔ انھوں نے خیال کیا کہ امریکہ، برطانیہ، فرانس، بلجیم اور سوئٹزرلینڈ کے دستور سازوں نے جو کچھ کہا یا لکھا ہے وہ آخری لفظ ہے۔ انھوں نے ایسا دستور مرتب کرنے کا خیال نہیں کیا جس میں جمہوریت کی حقیقی روح کارفرما ہو۔

ہندوستان کا دستور ایسے اصولوں پر مبنی ہے جو بیرونی ممالک سے مستعار لئے گئے ہیں۔ ہندوستان کے دستور سازوں نے وفاقیت پر مرکزیت (وحدانی حکومت) کو ترجیح دی۔ ہندوستان جیسے ملک کے لئے مرکزیت یعنے وحدانی طرز حکومت کی سفارش کرنا بے معنے بات ہے۔ دوسرے الفاظ میں مرکزی حکومت کو ایسے اختیارات دئے گئے ہیں جن کو آمرانہ کہا جا سکتا ہے، اگرچہ اس کو وفاقی حکومت کہا جا رہا ہے۔ لیکن یہ تضاد اس وقت بے نقاب ہو گیا جبکہ صدر جمہوریہ اور صوبہ واری گورنروں کے تعلقات کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کا دستور امریکی وفاقیت اور فرانسیسی مرکزیت کے امتزاج پر مبنی ہے چنانچہ دونوں دساتیر کی خرابیاں اس میں آ گئی ہیں۔ ہندوستان کے موجودہ حالات میں جہاں عوام سیاسی اعتبار سے پس ماندہ ہیں اور ان میں جمہوری اور تنقیدی اسپرٹ مفقود ہے آمریت کے لئے راستہ صاف ہو جاتا ہے۔

بہرحال اگر مرکزیت یعنے وحدانی طرز حکومت قابل ترجیح ہے ـــ جس کے وجوہ جدید دستور مرتب کرنے والے ہی بہتر جانتے ہیں ـــ تو پھر وفاقی ڈھانچے کی کیا ضرورت ہے؟ ظاہر ہے کہ ہندوستان جیسے وسیع ملک پر ایک مرکز کا تسلط قائم رکھنا ناممکن ہے۔ اس دشواری کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم ہندوستانی جمہوریت کی وحدتوں یعنے صوبوں کو وہ دستوری حیثیت حاصل نہیں ہے جو امریکی وفاق کی وحدتوں کو حاصل ہے۔ تمام اہم امور میں ہندوستانی صوبے صدر جمہوریہ ہند کے کامل اقتدار کے تابع رہیں گے۔ ایک وفاقی دستور میں مرکز کو نہایت قوی رکھنا توازن قائم رکھنے کے مقصد کو شاید پورا نہ کر سکے۔ کیونکہ اقتدار کی تقسیم بالکل یک طرفہ ہو جاتی ہے۔ یہ دستور جو متضاد اجزا پر مشتمل ہے اس ذیلی براعظم میں ایسی قومی مملکت قائم کرنے کا باعث ہوگا جو ہمہ گیر یعنے آمرانہ ہوگی۔ یہ ایک ایسا ذیلی براعظم ہے جو لسانی نسلی اور معاشی ہم رنگی سے محروم ہے۔ ایسی فضاء میں صوبہ داریت کا جذبہ ایک فطری جذبہ ہے اور وفاقی مملکت کی تائید میں یہی ایک استدلال پیش کیا جا سکتا ہے۔

وفاقیت پر وحدانی طرز حکومت کو کیوں ترجیح دی جاتی ہے؟ اس میں فرد اور جماعتوں کے اقتدار کا سوال مضمر ہے۔ انقلاب فرانس سے پہلے جمہوریت کے معنے یہ تھے کہ قانون سازی کا اختیار ایسے نمائندوں کی جماعت کو دیا جائے جو عوام کے نہیں بلکہ مذہبی اور پیشہ وری جماعتوں کے نمائندے تھے۔ وحدانی طرز حکومت کا مطالبہ یہ معنے رکھتا تھا کہ مملکت اور شہریوں کے مابین مذہبی اور معاشی جماعتیں حائل نہ ہوں تاکہ اقتدار اعلیٰ عوام کو حاصل رہے۔ رفتہ رفتہ جدید جمہوریت نے قرون وسطیٰ کے اس نظام کو درہم برہم کر دیا۔ بالواسطہ انتخاب اس قرون وسطیٰ کے دور کی یادگار ہے جس میں فرد کو اقتدار اعلیٰ سے محروم کیا جاتا ہے۔ بالواسطہ انتخاب کے اصول کو ہندوستان کے جدید دستور میں بہت فیاضی سے اختیار کیا گیا ہے۔ اس حد تک یہ دستور غیر جمہوری ہے۔

(باقی صفحہ)

ہفتہ وار
مملکت

۳۱ شہریور ۱۳۵۸ش

غیر مذہبی مملکت

ہر انسان کا کچھ نہ کچھ مذہب ہوتا ہے جس کا وہ کم و بیش زبان سے اقرار کرتا ہے اور کسی نہ کسی شکل میں وہ اس کی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر دور کے تمدن میں سیاست کے اصول بھی براہ راست یا بالواسطہ انسان کی زندگی کے اکثر پہلوؤں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ سیاست کی دخل اندازی کے بہت سے مدارج ہیں۔ کہیں یہ اثر ہمہ گیر ہے اور کہیں خاص خاص پہلوؤں تک محدود ہے۔ کسی ملک کا سیاسی نظام لوگوں کی معیشت اور اخلاق کو ایک معلوم طور پر اپنے مخصوص انداز میں ڈھالتا ہے۔ مذہب اور سیاست تمدن کی رگ رگ میں سرایت کرتے ہیں۔

زمانہ قدیم میں مذہب اور سیاست کا باہمی تعلق کس قسم کا رہا ہے۔ اور دور جدید میں سیاست کو مذہب سے کس طرح الگ کیا گیا۔ وہ کونسے حالات تھے جس نے مغرب کو مجبور کیا کہ سیاست کو مذہب سے الگ کرے یہ سارے امور تاریخی حیثیت رکھتے ہیں جن پر ہم یہاں بحث کرنا نہیں چاہتے۔

عصر جدید میں مذہب اور سیاست کے باہمی تعلق کی بحث نئی نئی صورتوں میں ابھرتی رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا میں دو زبردست تحریکیں باقی رہ گئی ہیں۔ ایک روسی اشتراکیت اور دوسرے برطانوی یا امریکی جمہوریت۔ روسی اشتراکیت کا مدار عقائد کے لحاظ سے بے دینی اور دہریت پر ہے اور اس کے کٹر حامی یا علمبردار مذہب کے دشمن ہیں اور سرمایہ داری کے نظام کو حفاظت دینے کے لئے لازمی سمجھتے ہیں۔ انگریزوں اور امریکیوں کا دعویٰ ہے کہ ہم نے سیاست اور قانون سازی کو کلیسائی نظام سے آزاد کر لیا ہے لیکن مذہب اور مسیحیت کی اصلی روح کو ہم تہذیب کی اساس سمجھتے ہیں۔ اس لئے ... اشتراکیت کی دستبرد سے بچانا چاہتے ہیں۔

... کے ان مقاصد سے ہندوستان کا ... ناگزیر تھا

حالانکہ ہندوستان کے قدیم تمدن میں مذہب اور سیاست علیحدہ چیزیں نہیں ہیں۔ ہندوستان میں منو کے دھرم شاستر کو لیجئے اس میں معیشت، سیاست، مذہب، اخلاق اور ہر قسم کے دیوانی اور فوجداری قوانین موجود ہیں۔ قوم کے رسوم و رواج بھی اس میں مدون ہیں۔ تمدن کے اس دور میں مذہب سیاست سے الگ نہیں تھا۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد سے ہندوستان کے لیڈروں اور اخباروں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہندوستان ایک غیر مذہبی مملکت ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہندوستان اچانک ایک غیر مذہبی مملکت بن گیا یا یہ نعرہ اقلیتوں پر تسلط قایم رکھنے کیلئے لگایا جا رہا ہے۔ یہ بات ابھی تحقیق طلب ہے کہ غیر مذہبی مملکت کے مضمرات کو ابھی ذہن نشین کیا گیا ہے یا نہیں کیا ہندوستان کے باشندوں نے کم از کم پبلک زندگی سے مذہب کی مداخلت کو خارج کر دیا ہے؟ ایم۔ این۔ رائے جو ہندوستان کے مفکرین میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں اپنے ایک مقالہ میں اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

> ۱۵ اگست سے جبکہ اقتدار ہندوستان کے ہاتھ منتقل کیا گیا ہے ہر پبلک تقریب مذہبی رسوم سے شروع کی گئی چنانچہ وزیگاپٹم میں ہندوستان کے ایک جونی کے لیڈر کے ہاتھوں ہندوستان میں تیار کیا ہوا جہاز "جل اوشا" سمندر میں اتارا گیا۔ یہ تقریب مذہبی رسومات کے ساتھ ایک گھنٹے تک جاری رہی۔

ایم۔ این۔ رائے لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کا وقوع پذیر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اکثریتی فرقے نے اپنے مذہب کو ترک نہیں کیا اور وہ پبلک تقاریب میں وہ مذہب کی مداخلت کو خارج کرنا چاہتا ہے۔ مگر جب اقلیتی فرقہ مذہب یا اپنی تہذیب کا نام لیتا ہے تو اسکو یہ کہہ کر خاموش کرنے کی کوشش کیجاتی ہے کہ ہندوستان ایک غیر مذہبی مملکت ہے۔ یہ بھی ایک امر واقعہ ہے کہ غیر مذہبی نعرے کے ساتھ ہر طرف مذہبی تعصب چھایا ہوا ہے۔

پنڈت نہرو نے ایک صحافتی کانفرنس میں فرمایا تھا کہ:۔

> کانگریس ہمیشہ اس نصب العین کا پرچار کرتی رہی ہے کہ ہندوستان میں ایک جمہوری، غیر فرقہ داری اور غیر مذہبی مملکت قائم کی جائے۔

اس بیان پر ایم۔ این۔ رائے نے یہ تبصرہ کیا ہے کہ:۔

> غیر مذہبی مملکت اسی وقت قائم ہو سکتی ہے جبکہ ہماری سوسائٹی غیر مذہبی ہو۔ لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستانی سوسائٹی غیر مذہبی نہیں ہے۔ بلکہ مذہبی جذبات اس پر مسلط ہیں۔ گذشتہ دو سال سے ہمارے ملک میں مذہبی عدم رواداری اور فرقہ داری ہنگاموں کا دور دورہ رہا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ مذہب ہندوستانیوں کے رگ و ریشہ میں سرایت کئے ہوئے ہے۔

ہمارے لیڈروں کا بیان ہے کہ وہ ہندوستانیوں میں غیر مذہبی نقطہ نظر پیدا کرنے کی کوشش کریں گے مگر مذہبی لیڈروں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ہندو تہذیب قدرتی طور پر دوسری تمام تہذیبوں پر چھا جائے گی۔ ظاہر ہے کہ ہندو تہذیب ہندوؤں کی مذہبی کتابوں سے ماخوذ ہے جس طرح کہ اسلامی تہذیب قرآن پر مبنی ہے۔ جب یہ صورت حال ہے تو یہ کہنا دشوار ہے کہ ہمارے لیڈر اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب ہو سکتے ہیں۔ غیر مذہبی مملکت میں ... اکثریت کو فوقیت حاصل رہی ہے۔ اور اس چیز کا ہمارے لیڈروں میں فقدان ... ہوا کچھ بھی نہ رائے

کر سکتے ہیں کہ:-

اگر سابقہ تجربہ سے رہنمائی حاصل کی جائے تو یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے لیڈروں کی نظروں کے سامنے بلکہ انھیں کی قیادت میں ہندوستان تھوڑے دنوں میں گھر جائے گا۔ اگرچہ یہ لیڈر دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے رہیں کہ ہندوستان ایک غیر مذہبی مملکت ہے۔ ہم ان لیڈروں کے ساتھ نا انصافی برتنا نہیں چاہتے مگر یہ کہے بغیر رہ نہیں سکتے کہ غیر مذہبی مملکت صرف غیر مذہبی تحریک کی بنیاد پر قائم ہو سکتی ہے۔ صرف وہی لوگ جو انسانی اور عقلی نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ غیر مذہبی تحریک چلا سکتے ہیں مگر کانگریسی حلقوں میں ابھی کسی رجحان کا پتہ نہیں چلتا۔

ہمیں یاد پڑتا ہے کہ پنڈت نہرو نے غیر مذہبی مملکت کی یہ تعبیر کی ہے کہ اس کے تحت تمام فرقوں اور مذہبی گروہوں کو مساوی حقوق حاصل رہیں گے، انھیں پھلنے پھولنے کے مواقع حاصل رہیں گے اور ان کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔ اگر پنڈت نہرو کی اس تعبیر پر عمل کیا گیا تو اقلیتی فرقوں کو طمانیت حاصل ہو جائے گی اور انھیں پھر کوئی شکایت باقی نہیں رہے گی۔ اس تعبیر کے تحت جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ حیدرآباد میں ملازمتوں میں مسلمانوں کے لئے (۱۲) فی صد کا جو تناسب مقرر کیا گیا ہے تو ہم یہ سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں کہ یہ عمل غیر مذہبی مملکت کے اس تصور سے کس حد تک مطابق ہے جو پنڈت نہرو نے پیش کیا ہے۔ اگر پنڈت نہرو کے تصور کے مطابق غیر مذہبی مملکت قائم ہو تو اقلیتی فرقوں کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن معلوم نہیں یہ خواب کب شرمندۂ تعبیر ہوگا۔

مشرقی ایشیا کی ایک نئی ریاست

ڈچ حکومت نے برطانیہ اور امریکہ کی شہ پر انڈونیشیا کی جمہوریت کے خلاف اقدام کر کے اس کے پایۂ تخت پر قبضہ اور اس کے لیڈروں کو گرفتار کر لیا تھا اس پر پاکستان، ہندوستان، اور دوسرے ایشیائی ملکوں نے سخت احتجاج کیا اور معاملہ مجلس اقوام متحدہ تک پہنچایا گیا۔ بظاہر اس سلسلہ میں برطانیہ اور امریکہ نے زبانی ہمدردی بھی کی لیکن عملاً اس کا نتیجہ کچھ نہ نکلا اور ڈچ اس طرح انڈونیشی جمہوریت کے پایۂ تخت پر قابض رہے۔

اب جو چین میں کمیونسٹ غالب آگئے اور ادھر ملایا اور برما کی بغاوتیں بھی آسانی سے فرو نہ ہو سکیں اور پھر ہندوستان میں کمیونسٹوں کی گڑبڑ شروع ہو گئی تو برطانیہ اور امریکہ کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اگر انڈونیشیا میں یہی صورت حال رہی اور وہاں کی قومی حکومت سے ڈچ کی جلد صلح نہ ہوئی تو بہت ممکن ہے کہ انڈونیشیا میں کمیونسٹ زور پکڑ جائیں۔ اور اس ملک کا بھی وہی حشر ہو جو چین کا ہوا۔

انڈونیشیا میں کمیونزم کے جراثیم پہلے سے موجود ہیں اور اس وقت ڈچ فوجوں کے خلاف خاص طور پر چھاپہ مار انڈونیشی دستے لڑ رہے ہیں۔ ان میں اکثریت کمیونسٹوں کی ہے۔ اب اگر قومی حکومت اور ڈچ کے درمیان مخالفت جاری رہتی ہے تو یقیناً یہ چھاپہ مار کمیونسٹ دستے زور پکڑتے ہیں یہ خطرہ تھا جس کی وجہ سے برطانیہ اور امریکہ نے بیچ میں پڑ کر ڈچ کو مجبور کیا کہ وہ انڈونیشی جمہوریت سے صلح کریں۔

تازہ اطلاع ہے کہ ڈچ فوجوں نے جمہوری پایۂ تخت کو خالی کر دیا ہے اور جمہوری حکومت کے ارکان وہاں پہنچ گئے ہیں اور یکم اگسٹ کو ہالینڈ کے صدر حکومت ہیگ میں ہالینڈ اور انڈونیشیا کے نمائندوں کی ایک گول میز کانفرنس ہوگی اگر حالات اپنے معمول پر چلتے رہے تو قیاس غالب ہے کہ اس سال کے ختم ہونے سے پہلے پہلے انڈونیشیا کی آزاد ریاست باقاعدہ طور پر قائم ہو جائے گی چنانچہ پاکستان کے بعد یہ دوسری اسلامی ریاست ہوگی جس نے ان سالوں میں جنم لیا ہے۔ یاد رہے کہ انڈونیشیا کی تقریباً ۷ کروڑ کی آبادی ہے اور اس میں (۹۹) فی صدی مسلمان ہیں۔ (آفاق)

ہندوستان ایشیاء کا قائد بنیگا

بمبئی ۲۲ جولائی۔ اپنے مستقبل کے لائحۂ عمل کی توضیح کرتے ہوئے ایک ملاقات کے دوران میں مسٹر سرت چندر بوس نے کہا کہ اب دن کا اصلی کام ہندوستان میں سوشلسٹ جماعتوں کا اتحاد و استحکام ہے۔ جس کی مدد سے ایک متحدہ سوشلسٹ بائیں بازو کا ادارہ تشکیل دیا جائے گا۔

جب سرت بابو سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ اس جماعت میں کمیونسٹوں کو بھی شامل کریں گے تو آپ نے کہا "یونائیٹڈ سوشلسٹ کانگریس کے رکن بننے سے قبل کمیونسٹوں کو اپنے میں بہت کچھ تبدیلی کرنی ہوگی۔ اصل مشکل یہ ہے کہ عوام کمیونسٹ پارٹی کو ہندوستانی جماعت تصور نہیں کرتے۔

جب آپ کی توجہ اس بیان کی طرف مبذول کرائی گئی جس کے ذریعہ آپ نے برطانیہ کی خراجت کی تائید کی ہے تو آپ نے کہا کہ یہ بیان غلط اور گمراہ کن ہے۔ آپ نے لندن کی ایک پریس کانفرنس میں صرف اتنا کہا تھا کہ صنعتی ترقی اور زرعی امور میں ہندوستان کو بیرونی ممالک سے فنی امداد حاصل کرنی ہوگی۔

کوئی وجہ نہیں کہ برطانیہ ہی آخر ہندوستان کی اجارہ داری کیوں لے؟ ہندوستان کو یورپ اور امریکہ سے بھی فنی امداد حاصل کرنی چاہیئے۔ اس سلسلہ میں آپ نے اس امر کا صاف اشارہ کیا کہ بیرونی ممالک فنی امداد سے قبل صنعتوں میں حصہ طلب کریں گے۔ لیکن اس پر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

نیتاجی بوس سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے سرت بابو نے کہا کہ انھیں مزید معلومات حاصل نہیں ہیں۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ بیانگ کاک جانے سے قبل انھوں نے ایک دو اشخاص سے کہا تھا کہ وہ شمالی چین جانے کے خواہش مند ہیں جیسا کہ میں اس سے قبل کہہ چکا ہوں۔ میرا یہ ایقان ہے کہ وہ زندہ ہیں۔

یورپ میں ہندوستان کے وقار کی نسبت اپنے تاثرات ظاہر کرتے ہوئے مسٹر بوس نے کہا بدقسمتی سے ہندوستان یورپ میں قطعاً غیر متعارف ہے۔ برطانی اور برِّ اعظم کے اخبارات کا اگر آپ مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ بین قومی معاملات ... (اقی برشنونز)

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید:-

مسجدوں کے آگے باجہ نوازی کے قواعد پر بحث کرتے ہوئے معاصر مشیر دکن لکھتا ہے کہ ظاہر ہے کہ نماز جنازہ کا پڑھایا جانا اتفاق پر منحصر ہے۔ اس کے لئے وقت کا تعین کرنا ممکن نہیں ہے جس فرض مذہبی کے لئے تعین وقت کا امکان ہی نہیں ہے اس کی نسبت یہ عام حکم کہ باجہ نوازی کی ممانعت ہو عجیب سی بات ہے۔

معتمد عمومی راشٹریہ سیوک سنگھ ایک بیان میں کہتے ہیں کہ:-

سنگھ کے دستوری مسودہ کو منظوری کے لئے مختلف صوبوں کے نمائندوں کے سامنے پیش کیا جائے گا نئے دستور کے منظور ہونے تک حسب سابق کام جاری رکھا جائے۔

مطلب یہ ہے کہ دستور منظور ہونے تک حسب سابق غیر دستوری طریقہ جاری رہے۔

---

۲۳ جولائی کے روزنامہ "ہندو" مدراس میں ایک تصویر شائع ہوئی ہے جس کے نیچے یہ عبارت درج ہے:-

تنگبھدرا کی تازہ تصویر جس سے بند کی تعمیر کے کام کی رفتار ظاہر ہوتی ہے۔ یہ تصویر بند کی کھدائی کی ہے۔

سب سے زیادہ دلچسپ چیز اس تصویر میں یہ ہے کہ کام پر ایک مزدور بھی نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آج کل ہر کام انسانوں کے بجائے اجنہ کر رہے ہیں۔

مدراس کے وزیر اعظم نے ایک گرلز ہائی اسکول کی عمارت کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ:-

ملک کی تعلیم یافتہ لڑکیاں اپنے خاندان کے لئے بوجھ ہو رہی ہیں۔

اگر یہ لڑکیاں ترقی پسند ہوں تو قوم کے لئے بوجھ ہو جاتی ہیں۔

ماڈرن نیوز کا بیان ہے کہ:-

اس سال حیدرآباد اسٹیٹ کانگریس کی صدارت بلا انتخاب عمل میں آئیگی اس تجویز پر دونوں گروپ نے رضامندی کا اظہار کیا ہے۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ کون اپنا نام واپس لے۔

نام تو کوئی واپس لینے تیار نہیں۔ صرف قرعہ اندازی سے اس مسئلہ کا تصفیہ ہو سکتا ہے۔

اورینٹ پریس کی اطلاع ہے کہ:-

پنڈت نہرو کی حالیہ اپیل پر کہ ہندوستان میں اناج کی قلت کے مدنظر چاول کے استعمال میں کم از کم (۲۵) فی صد کمی کی جائے قصبہ نشیورام پلی کے آٹھ کارکنوں نے فوراً اپنے راشن میں حسبہ کمی کرائی۔

کیا دکن نیوز عوام کو مطلع کرے گا کہ اس اپیل کا اثر سیٹھ لکشمی نواس گنیر وال پر کیا ہوا؟

جالنہ میں قلندر خاں کو سر راہ لوٹ لیا گیا۔ (اخباری سرخی)

قلندر جز دو حرف لَآ اِلٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا

معاصر "آواز" لکھتا ہے کہ:-

ہم فیشن کی دلدادہ خواتین سے التماس کریں گے کہ وہ اب بیدار ہو جائیں۔ وقت کے تقاضے بدل گئے ہیں۔

وقت کے ساتھ فیشن بھی بدل جائے گا اس میں کچھ عرض کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

ایک اخباری اطلاع ہے کہ حیدرآباد کی رصدگاہ میں ہندوستان کی سب سے بڑی دوربین ہے (ایک خبر)

مگر حیدرآباد کے لیڈر دوربین نہیں

دکن نیوز کی اطلاع ہے کہ:-

۲۸ جولائی کو سوشلسٹ پارٹی کی جانب سے ایک جلوس نکلنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ جلوس حضور نظام کو "ہٹادو" کا مطالبہ کرے گا۔

چند روز قبل یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ نظام الدین حسن خاں شمسی مدیر "حمایت دکن" نے کافی غور و خوض کے بعد سوشلسٹ پارٹی میں شرکت کی۔

رائٹر کی اطلاع ہے کہ:-

اقوام متحدہ کا کمیشن ہند و پاکستان اگست کے پہلے ہفتہ میں جینوا واپس ہو رہا ہے تاکہ وہاں کی خاموش فضاء میں کشمیر کے تنازعہ کی تحقیقات اور اپنی کارگزاری کی رپورٹ تیار کرے جو سیاسی کونسل میں پیش کی جائے گی۔

مبصرین کا خیال ہے کہ کہیں جینوا کی خاموش فضاء میں رپورٹ تیار ہونے تک کشمیر کی خاموش فضاء توپوں کی گرج سے گونج نہ اٹھے۔

مسٹر کے۔ ا۔ تاتاچار ۲۴ جولائی کے "ڈیلی نیوز" میں تحریر کرتے ہیں کہ نظام حیات میں مذہب کو پہلی جگہ ملنی چاہئیے .... ہمارے ملک کو مادی دولت کی بناء پر عظمت حاصل نہیں ہوئی بلکہ اس لئے حاصل ہوئی تھی کہ عوام کی زندگی مذہب کی بنیاد پر منظم کی گئی تھی۔

اگر سوامی راماننداتیرتھ خیر سے مملکت قایم کرنا چاہتے ہیں تو انھیں مسٹر تاتاچار کے مشورہ پر فوراً عمل کرنا چاہیے

دولت عامہ میں ہندوستان کی شرکت

اور اس کے معاشی وسیاسی مضمرات

ہر وہ ملک جہاں جمہوری قسم کی حکومت پائی جاتی ہے، اصطلاحاً اسے کامن ویلتھ کہہ سکتے ہیں۔ خود انگلستان میں چارلس اول کے قتل اور چارلس ثانی کی تخت نشینی کے درمیان کا زمانہ کامن ویلتھ کہلاتا ہے لیکن برٹش کامن ویلتھ آف نیشنس زیادہ جدید اصطلاح ہے جس سے مراد سلطنت برطانیہ ہے۔

حکومت برطانیہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں سورج کبھی غروب نہیں ہوتا یعنی وہ اس قدر وسیع ہے کہ اس کی سلطنت میں اگر کسی جگہ رات ہوتی ہے تو دوسری جگہ دن ہوتا ہے — برطانیہ کی یہ وسعت محض اس وجہ سے ہے کہ وہ استعماری حکومت ہے، یعنی علاوہ جزیرۂ انگلستان کے اس کے مقبوضات دنیا کے تمام حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ہندوستان بجائے خود بہت بڑی چیز ہے اور اس کا کامن ویلتھ میں شریک رہنا اس کی عظمت کے منافی ہے، لیکن وہ جماعت جو شرکت کامن ویلتھ کی حامی ہے وہ کہتی ہے کہ آج کل کسی ملک کا وسیع ہونا یا محض آبادی کی کثرت کوئی چیز نہیں ہے اصل چیز ملک کا صنعتی و اقتصادی حیثیت سے ترقی یافتہ ہونا ہے اور ہندوستان ان دونوں حیثیتوں سے ابھی بہت پیچھے ہے۔

پھر اگر ہندوستان نے بھی صنعتی ترقی کرنا چاہی تو یقیناً اس کو اس مسابقت میں حصہ لینا پڑے گا، تو قدرتاً امریکہ و انگلستان وغیرہ کی طرح اس کی خواہش بھی یہی ہوگی کہ وہ اپنی صنعتی پیداوار کے لئے مارکیٹ پیدا کرے اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے کثیر فوج رکھے، اور چونکہ فوج آج کل نام ہے بعض سائنس کی قوت کا جس کے لئے صنعتی ترقی پہلی شرط ہے، اس لئے نتیجہ یہ نکلا کہ آج کل دنیا کا کوئی ملک اپنی حفاظت نہیں کر سکتا جب تک وہ صنعتی ترقی نہ کرے۔

ہندوستان ابھی ابھی آزاد ہوا ہے اور اس کے خود اندرونی معاملات بھی ابھی درست نہیں ہوئے، اس لئے اس کی موجودہ پوزیشن کسی طرح اس قابل نہیں کہ وہ دوسرے ترقی یافتہ ممالک سے کٹ کر یا ان سے تعلقات خراب کر کے زندہ رہ سکے اور یہی وہ چیز تھی جس نے خود ہندوستانی حکومت کو مجبور کیا کہ وہ برطانوی کامن ویلتھ میں شریک رہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہندوستان نے اپنی قسمت روس کے ساتھ کیوں وابستہ نہیں کی تو بھی یہ کہنا درست نہ ہوگا کیونکہ اول تو روس صنعتی ترقی میں ہندوستان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا، نہ اس کے یہاں سے مشینیں یہاں آسکتی ہیں اور نہ ماہرین فن آسانی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جغرافی حالات اور ذرائع مواصلات ایسے نہیں کہ ہندوستان و روس کے درمیان تجارتی تعلقات وسیع ہو سکیں، تیسرے یہ کہ برطانیہ کا تعلق ہندوستان کے ساتھ عرصہ تک رہ چکا ہے اور دونوں ایک دوسرے کو اتنا سمجھ چکے ہیں کہ آئندہ تعلقات قائم رکھنے میں الجھنیں پیدا ہونے کا امکان کم ہے اور چوتھی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس وقت کامن ویلتھ میں شریک ہو کر گویا امریکن بلاک میں شامل ہونا ہے اور صنعتی ترقی میں امریکہ سے جتنی مدد مل سکتی ہے ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ چونکہ پاکستان نے بھی کامن ویلتھ ہی کا ممبر ہونا پسند کیا ہے، اس لئے اندرونی ملک کے باہمی تعلقات کو خوشگوار رکھنے کے لئے ہندوستان کو بھی کامن ویلتھ ہی میں شریک ہونا چاہئے تھا۔

اس میں شک نہیں کہ روس و امریکہ کی جنگ ناگزیر ہے۔ لیکن باوجود اس کے کہ روس کے اثرات وسط یورپ میں بہت وسیع ہو گئے ہیں، اور کمیونسٹ جماعت مغرب کے دوسرے ممالک اور امریکہ میں بھی آہستہ آہستہ پاؤں جماتی جا رہی ہے۔ لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ اشتراکی خیالات اٹلانٹک پیکٹ کے بعد یورپ میں کم ہو گئے ہیں اور روس کسی جارحانہ اقدام کی ہمت نہیں کر سکتا۔ ایشیا میں البتہ چین کی وجہ سے روس کے توقعات بلند ہوتے جا رہے ہیں اور اگر یہ خبر صحیح ہے کہ پاکستان اور افغانستان کے تعلقات میں کشیدگی کا سبب بھی روس ہی کی چالیں ہیں، تو اس کا امکان ہے کہ کسی وقت روس، چین اور افغانستان دونوں طرف سے بڑھ کر ہندوستان کو شکنجہ میں کسنے کی کوشش کرے، لیکن مستقبل قریب میں اس کا امکان بہت ضعیف ہے اور اگر ایسا ہوا تو امریکن بلاک اپنی تمام قوتیں روس کے خلاف استعمال کرے گا اور روس کے لئے ناممکن ہوگا کہ وہ بحر ہند یا بحر بالٹک میں ناکہ بندی کرکے مغربی و امریکی ذرائع مواصلات و نقل و حرکت کو بند کر سکے۔ بہر حال ابھی عرصہ تک اس کا کوئی امکان نہیں کہ روس امریکہ سے جنگ کر کے یا ان ممالک کی مدد کر کے جنھوں نے کمیونسٹ اصول کو تسلیم کیا ہے، اس لئے ہندوستان کا کامن ویلتھ میں شریک ہو جانا بہت دانشمندانہ فعل ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اس کی سخت غلطی ہوتی۔

یہ ہے خلاصہ ان تمام کہی ہوئی اور بے کہی ہوئی دلیلوں کا جو شرکت کامن ویلتھ کے جواز میں پیش کی جا سکتی ہیں اور اس میں شک نہیں کہ بظاہر یہ دلائل بہت وزنی ہیں، لیکن اس کی تردید میں جو کچھ کہا جا سکتا ہے وہ بھی کم وزنی نہیں، مثلاً یہ کہ کامن ویلتھ کا ممبر رہنے کے بعد انگلستان کے بادشاہ کو بادشاہ نہیں تو کامن ویلتھ کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے اپنا سردار ضرور ماننا پڑے گا اور اس طرح اس نظام میں ہندوستان کی حیثیت ایک ڈومی نین سے زیادہ اور کچھ نہ ہوگی اور اس کا دعوے خود مختار جمہوریت بالکل بے معنی سی بات ہوگی اور دوسرے یہ کہ جب تک ہندوستان شہنشاہیت کے تصور سے بالکل علیحدہ نہ ہو جائے نہ وہ صحیح معنی میں جمہوریت میں بن سکتا ہے اور نہ وہ عوام میں صحیح جمہوریت کا جذبہ پیدا کر سکتا ہے جو مکمل سوراج یا آزادی کامل کی منافی ہے۔ یہ تو تھا اخلاقی پہلو، اب اقتصادی، صنعتی و سیاسی پہلو کو لیجئے سو اس میں شک نہیں کہ ہندوستان کی صنعتی و اقتصادی ترقی زیادہ تر انگلستان و امریکہ ہی کا ساتھ دینے پر منحصر ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا بغیر کامن ویلتھ میں شریک ہونے یہ مقصود حاصل نہیں ہو سکتا تھا کیا اینگلو امریکن مدد حاصل کرنے کے لئے ضروری تھا کہ کامن ویلتھ کا ممبر ضرور بنا جائے۔ اس وقت دنیا کے آزاد ممالک ایسے ہیں جو کامن ویلتھ کے ممبر نہیں ہیں لیکن ان کے سیاسی و اقتصادی تعلقات اینگلو امریکن بلاک سے بالکل دوستانہ ہیں۔ پھر کیا ہندوستان کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ فرانس، اٹلی، ترکی، سوئٹزرلینڈ، یونان، ہسپانیہ، پرتگال وغیرہ کی طرح کامن ویلتھ کا ممبر بنے بغیر انگلستان و امریکہ کے ساتھ اپنے تعلقات خوشگوار رکھ سکتا اور کیا وہ مفاد جو کامن ویلتھ کا ممبر بننے کے بعد اسے حاصل ہوا ہے، ایسے معاہدوں کے ذریعہ سے حاصل نہ ہو سکتا تھا جو دو برابر کے آزاد ملکوں کے درمیان کئے جاتے ہیں۔

یہ ہیں وہ اعتراضات جو اس باب میں ہندوستانی حکومت پر فریق ثانی کی طرف سے کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن ان کا جواب دیا جائے یا نہ دیا جائے اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ ہماری موجودہ حکومت کمیونسٹ خطرہ سے زیادہ خائف ہے اور اس خطرہ کو اپنے خیال میں شاید اسی طرح دور کر سکتی تھی کہ کامن ویلتھ میں شریک ہو جائے، کیونکہ بصورت دیگر اس کا امکان تھا کہ اگر ہندوستان کمیونسٹ سیلاب کے روکنے کے لئے آئندہ کسی وقت انگلستان کی مدد چاہتا تو وہ کوئی عذر پیش کر دیتا اور پھر ہندوستان کو مجبوراً کامن ویلتھ میں شریک ہونا پڑتا۔

"کمیونزم" کی طرف سے جو "اندیشہ ہائے دور دراز" حکومت کو پیدا ہو رہے ہیں، وہ اپنی جگہ

(باقی برصفحہ)

عالمی معاشی صورت حال

اقوام متحدہ کی رپورٹ

لیک سکسیس۔ ۲ جولائی۔ اقوام متحدہ کے معاشی معاملات کے محکمہ سے جاری شدہ ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ سنہ ۱۹۴۷ء سے سنہ ۱۹۴۸ء تک دنیا کے کئی حصوں میں معاشی حالات بہتر ہوئے ہیں۔ لیکن سال گذشتہ کے وسط سے چند ممالک میں معاشی سرگرمی معمولی سطح سے پستی کی جانب مائل رہی ہے۔

اقوام متحدہ کی دستاویز جس کا نام "عالمی معاشی رپورٹ سنہ ۱۹۴۸ء" ہے چار حصوں میں منقسم ہے اس کا مقصد سنہ ۱۹۴۸ء کی عالمی معاشی صورت حال کا ایک خاکہ پیش کرنا ہے اس میں اس سال کے معاشی مسائل اور ترقی کے امکانات ظاہر کئے گئے ہیں۔ اور دنیا کی موجودہ معاشی حالات کا ماقبل جنگ کے حالات سے مقابلہ کیا گیا ہے اور علاوہ اس کے ان معاشی رجحانات کی جانب بھی توجہ منعطف کرائی گئی ہے جن کے لئے قومی یا بین الاقوامی اقدام کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔

دستاویز کا پہلا حصہ جسے مکمل رپورٹ سے پہلے ہی جاری کیا گیا ہے اور جو اس ماہ کے اوائل میں دستیاب ہو سکے گا۔ عالمی معاشی حالات کا ایک جامع خلاصہ پیش کرتا ہے۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مابعد جنگ بین الاقوامی تجارت میں خلل اندازیاں بہت دور رس رہی ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں معاشی حالات کے مندرجہ ذیل نمایاں نکات ہیں۔

اشیاء کی عالمی پیداوار میں ماقبل جنگ کی سطحوں سے معتدبہ اضافہ ہوا ہے۔ لیکن دنیا کے مختلف علاقوں کی پیداوار میں نمایاں طور پر عدم مساوات پیدا ہو گیا ہے۔

بہت بڑی حد تک صنعتوں کی تعمیر جدید اور تبدیل جدید تکمیل ہو گئی ہے۔ لیکن چند اہم مستثنیات کو چھوڑ کر پیداوار وسائل ماقبل جنگ کے مقابلہ میں نمایاں طور پر زیادہ نہیں ہیں۔ دیگر علاقوں میں زرعی پیداوار کی ترقی بہت کم رہی ہے۔

پیداوار میں جیسا اضافہ ہوا ہے اسی طرح عالمی تجارت میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ گو کہ عالمی تجارت کو ماقبل جنگ کی سطح تک بڑھایا گیا ہے۔ لیکن بیرونی زرمبادلہ اور قرضوں سے قائم ہے۔ اکثر ممالک کے درآمد کا توازن گھٹ گیا ہے۔ لیکن بین الاقوامی تجارت کی بڑی خلل اندازیاں برقرار ہیں۔ درآمد و برآمدوں پر کنٹرول کی برقراری کا سلسلہ ضروری ہو گیا ہے۔ اغذیہ اور اشیائے صرف کی بہتر رسد نے افراط زر کے دباؤ کو کم کر دیا ہے۔ چند اہم ممالک میں تفریط زر کی علامتیں ظاہر ہو رہی ہیں اور بعض علاقوں میں افراط زر ابھی برقرار ہے۔

عالمی کارخانوں، مزروعہ جات اور کانوں کی پیداواروں میں جو سنہ ۱۹۴۷ء میں ہی ماقبل جنگ کی سطح سے بڑھ گئیں تھیں۔ سنہ ۱۹۴۸ء میں دس فی صد کا اضافہ ہوا ہے جس سے سطح پیداوار سنہ ۱۹۳۸ء سے ۱/۴ گونا بڑھ گیا ہے۔

(۱) خریف ۱۹۴۸ء اور اوائل سنہ ۱۹۴۹ء مابعد جنگ کی معاشی ترقیات میں ایک جدید باب کی نمائندگی کرتے ہیں۔

جنگ کے ختم کے بعد پہلی مرتبہ قیمتوں میں اضافہ کی حالت میں کایا پلٹ ہوئی۔ پیداوار کی وسعت میں ایک رکاوٹ رہی اور کئی ممالک میں بے روزگاری میں کچھ اضافہ ہوا۔

اغذیہ، خام اشیاء اور سامان کی رسدات میں سہولت کے روشن کے طور پر قیمتوں میں کمی ہوئی اور راشن بندی اور دیگر کنٹرولوں میں عام طور پر ڈھیل پڑ جانے کی وجہ سے بھی مصارف زندگی کی سطح میں کمی کا رجحان رہا۔

سنہ ۱۹۴۹ء کے پہلے تین ماہ کے دوران میں عالمی صنعتی پیداوار کی رفتار میں یہ خفیف سی کمی ہوئی۔ سنہ ۱۹۴۸ء کے آخری تین ماہ میں یہ پیداوار اپنی انتہائی حد کو پہنچ گئی تھی۔ اس میں بقدر (۲) کمی ہوئی۔ لیکن اس کے باوجود وہ سنہ ۱۹۴۸ء کے ماثل سہ ماہی کی سطح کے مقابلہ میں (۸) فیصد زیادہ رہا۔ سنہ ۱۹۴۸ء میں زرعی اور صنعتی پیداواروں کی توسیع نے عالمی تجارت میں وسعت ہونے کی ایک بنیاد تیار کی۔ سنہ ۱۹۴۸ء میں سال گذشتہ کے مقابلہ میں عالمی تجارت میں (۳) فیصد کا اضافہ ہوا اور سرسری طور پر یہ عالمی تجارت سنہ ۱۹۳۸ء کے مقابلہ میں (۹۵) فیصد مساوی تھی۔

ممالک متحدہ امریکہ کی برآمدات میں کمی اور باقی برآمدات کی توسیع کے نتیجے کے طور پر امریکہ میں جو تجارتی کمی ہوا وہ اکثر ممالک کے لئے ایک اہم کی مسئلہ معلوم ہوا لیکن اس گھاٹے میں بعد میں تقلیل کی ہوئی۔ ممالک متحدہ امریکہ کی درآمدات کے توازن میں کمی کرنا اس طرح ممکن ہوا کہ ممالک متحدہ امریکہ کے بیرونی علاقوں کو زیادہ مقدار میں سامان روانہ کیا گیا اور ان ممالک کے ساتھ تجارت میں توسیع بڑے پیمانے پر عمل میں لائی گئی۔

مجموعی حیثیت سے ساری دنیا کی صنعتی پیداواروں میں سنہ ۱۹۴۸ء کے دوران میں سال ماقبل کے مقابلہ میں (۱۱) فی صد اضافہ ہوا ہے یعنی سنہ ۱۹۳۸ء کی سطح کے مقابلہ میں سالانہ اوسطاً (۳۵) فی صد رہی صنعتی مزدوروں میں بھی سنہ ۱۹۴۸ء میں اضافہ ہوا گو یہ اضافہ پیداواروں کے مساوی نہ تھا۔

سنہ ۱۹۴۸ء اور سنہ ۱۹۴۹ء میں روز افزوں عالمی آبادی کے لئے غذائی اشیاء کی عالمی رسد کا اندازہ کم از کم سنہ ۱۹۳۴ء و سنہ ۱۹۳۸ء کی اوسط پیداوار سے بقدر (۵) فی صد زاید کیا جاتا ہے اور سال ماقبل کے مقابلہ میں ان رسدات کا تناسب کم از کم دس فیصد زیادہ ہے۔

سنہ ۱۹۴۸ء میں توانائی کے جن اہم ذرائع سے پیداوار حاصل کی گئی وہ سنہ ۱۹۳۸ء کے مقابلہ میں (۲۹) فی صد اور سنہ ۱۹۴۷ء کی سطح کے مقابلہ میں تقریباً (۷) فی صد بڑھ کر رہی۔ سنہ ۱۹۴۸ء میں خام اشیاء پیدا کرنے والے تقریباً تمام ممالک کی عالمی پیداوار میں سنہ ۱۹۴۷ء سے مقابلہ کرتے ہوئے اضافہ رہا۔ گو کہ اکثر صورتوں میں یہ پیداوار جنگ کے قبل کی سطح تک نہیں پہونچی ہے۔ عام صنعتوں کے مقابلہ میں بھاری صنعتوں میں توسیع ہونے کا سلسلہ زیادہ تیزی کے ساتھ جاری رہا اور ان صنعتوں کی پیداوار سنہ ۱۹۳۸ء میں سنہ ۱۹۴۸ء کی سطح کے مقابلہ میں قابل لحاظ مقدار میں زیادہ رہی۔ انجینئرنگ کی صنعتوں کی پیداوار میں بہت تیزی کے ساتھ اضافہ ہوا اور یہ پیداوار اب جنگ کے قبل کی سطح کے مقابلہ میں بہت بڑھ گئے۔

سنہ ۱۹۴۸ء میں کیمیائی پیداواروں میں سنہ ۱۹۴۷ء کے مقابلہ میں اضافہ رہا۔ برطانیہ نے جرمنی کی جگہ لی کیمیائی اشیاء برآمد اور درآمد کرنے والے ملک کی حیثیت سے برطانیہ کی پوزیشن امریکہ کے بعد دوسرے درجہ پر ہے دنیا کے تجارتی بیڑے دوسری عالمی جنگ کے آغاز کے بہ نسبت تقریباً بقدر (۱/۴) بڑھ گئے ہیں۔ امریکہ کے جہازوں کی بار برداری جنگ کے بعد سے باقی دنیا کی مجموعی بار برداری کے مقابلہ میں (۳۶) فی صد کم رہی۔ دوسرے اہم بحری تجارت کرنے والے ممالک سے جو زیادہ بار برداری عمل میں آئی وہ (جرمنی جاپان اور اٹلی کے سوا) جنگ کے قبل سطح کے مقابلہ میں بڑھ کر رہی۔ متعدد لاطینی امریکی ممالک نے قبل جنگ بار برداری کے مقابلہ میں اس بحری بار برداری میں نمایاں اضافہ کیا۔

(باقی ...)

وزیر اعظم پاکستان کے دورہ ماسکو پر "اکنامسٹ" کا تبصرہ

لندن ۲۲ جولائی۔ آج "اکنامسٹ" نے بیان کیا کہ وزیر اعظم پاکستان مسٹر لیاقت علیخان کا آئندہ دورۂ ماسکو ٹی کم فانی سگنلوں میں سے ایک ہے جس پر لندن کو توجہ کئے بغیر نہ رہنا چاہئیے۔"

ایک بے نام مراسلہ نگار کے ایک مضمون بعنوان "پاکستان کا کام" میں یہ تبصرہ کیا گیا یہ کہنا تھوڑا سا بھی مبالغہ ہے کہ جنگی سے تجارتی گفت و شنید کرنے پر زیادہ توجہ کی جاتی ہے حالانکہ ہندوستان اور پاکستان کو فرٹلائیزر، اور آبپاشی کے آلات ملنے چاہئیں تاکہ وہ دو وی زمین کے تخم برآمد کر کے کارخانوں کے رقبہ کے سخت سکہ کی کمی کو گھٹا سکیں۔"

مضمون میں کہا گیا کہ ہندوستان اور پاکستان کی افواج نل ایب اور سنگاپور کے درمیان واحد موثر مسلح افواج ہیں لیکن پھر بھی بظاہر ان پر لندن میں غرب جمعیت سے کم توجہ کی جاتی ہے۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات محسوس نہیں کی جاتی کہ ہندوستان و پاکستان ہی ایشیا کی بڑی آزاد جمہوریتیں ہیں اور یہ کہ ان کی کامیابی یا ناکامی پر ہی ایشیا میں آزاد جمہوریت کی کامیابی یا ناکامی کا دار و مدار ہوگا۔

تہران کی خلعت او ٹاٹا کے فولاد نے مغرب کو دو مرا و متوجہ کر دیا ہے۔ اس لئے پاکستان زیادہ سے زیادہ یہ محسوس کر رہا ہے۔ ہندوستان سے دوستی میں ضروری نہیں کہ پاکستان سے مخلصت عزیز ہو۔

پاکستان کو ابھی اتنی دشواریوں کا سامنا ہے کہ وہ فوراً پوری بالقوی طاقت پر پہنچ سکے لیکن دس سال آگے دیکھنے سے دیکھنا ممکن ہے کہ پاکستان کی حیثیت دنیا کا ڈالر کمانے والے اور ڈالر بچانے والے کی بہ حیثیت بھی اور وہ جس کی نقطہ نظر سے مشرق وسطیٰ کا قائد بن جائے گا۔

"پاکستان کو مغرب سے جس چیز کی ضرورت ہے سرمایہ نہیں ہے لیکن سامان کی حوالگی میں اولیت سے اولیت بل ڈوزر کے لئے جن سے بندی کی تعمیر کی جائے فرٹلائزر کے لئے ترقی یافتہ مل بنانے فولاد کے لئے آبپاشی کے انجینئروں اور زراعتی سائنس دانوں کے لئے اس قسم کی اولیت دینے سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس کے کھیتوں کی پیداوار دس سال میں اتنی بڑھائی جا سکتی ہے کہ ہر سال دس کروڑ پونڈ قیمت کے ڈالر بچائے جا سکیں گے۔"

عالمی معاشی صورت حال

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۶) کالم (۳))

مجموعی حیثیت سے ۱۹۴۹ء میں کاروبار میں لگایا ہوا اخانگی اور سرکاری سرمایہ سال ماقبل کی اونچی سطح کی جانب بڑھتا رہا۔ جہاں ۱۹۴۸ء میں عالمی برآمدات کی مقدار ۱۹۳۸ء کے مقابلہ میں بقدر ½ کم رہی۔ اس کمی کی بڑی وجہ جرمنی جاپان اور مشرق بعید کے متعدد ممالک کی برآمدات کی پستی ہے۔ جرمنی، جاپان اور ممالک متحدہ امریکہ کے ماسوا ۱۹۴۹ء کے عالمی برآمدات کی مقدار ۱۹۳۸ء کی سطح کے مقابلہ میں تقریباً (۹۲) فی صد رہی۔

بین الاقوامی تجارتی اور مالیاتی تعلقات کو متاثر کرنے والے دیگر مشکلات میں تین مرکزی اور باہمی تعلق رکھنے والے مسائل بہت ہی نازک اور اہم ہیں۔ پہلا مسئلہ کم ترقی یافتہ ممالک کی صنعتی ترقی کے ساتھ توڑ جوڑ کرنے کا ہے۔ دوسرا مسئلہ یورپ کی تجارتی بحالی سے متعلق ہے۔ اور تیسرا مسئلہ ترقی یافتہ اور کم ترقی یافتہ ممالک کا ممالک متحدہ امریکہ سے درآمدات پر ایک طرفہ انحصار کرنے سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ درآمدات جو تجارتی نوعیت کے مقابلہ میں معاوضہ کی حیثیت رکھنے والے منتقلات سرمایہ کی نوعیت کے ہیں۔ مثلاً امداد دینا، ان کو قرضے یا طلا اور ڈالر محفوظات کی تحلیل۔

(یو۔ ایس۔ آئی۔ ایس)

ہندوستان کا جدید دستور

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

جمہوریت پر امریکہ کا دستور آخری لفظ نہیں ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرکز کو اس طرح غیر محدود اختیارات دینے کی وجہ کیا ہے؟ کسی صوبہ نے علٰحدگی پسندی کے رجحان کا اظہار نہیں کیا۔

ہندوستان ایشیاء کا قائد بنیگا

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۱))

ہندوستان نے کچھ بھی ترقی نہیں کی! آخر میں مسٹر بابو نے کہا، ہندوستان میں گذشتہ دو سال میں جو کچھ ہوا اس کے باوجود اپنے ملک پر کامل بھروسہ ہے کہ ہندوستان ایشیاء کی قیادت کرے گا۔"

مسٹر بوس نے بمبئی میں ایک ہفتہ قیام کریں گے جس کے بعد ۲۷ ۔ ۱۵ رجولائی کو میسور پہونچیں گے۔ جہاں آپ کانگریس یوتھ کانفرنس کا افتتاح کریں گے۔ وہاں سے آپ پھر بمبئی واپس آئیں گے اور یہاں سے کلکتہ جائیں گے۔ (ا ء)

دولت عامہ میں ہندوستان کی شرکت

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۵))

غلط ہوں یا صحیح لیکن سوال یہ ہے کہ اگر کمیونزم واقعی کوئی خطرہ ہے تو کیا اس کو کامن ویلتھ کی شرکت سے روکا جا سکتا ہے۔ اگر ہندوستان کی دفاعی قوت جس پر اب قریب ایک ارب (ایک عرب) ۴ کروڑ صرف کیا جا رہا ہے، اگر خود اندرونی خطرہ کے دور کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی تو کسی بیرونی امداد سے بھی اس کا سد باب ممکن نہیں۔

ہم اس سے پہلے ظاہر کر چکے ہیں اور اب پھر اس کا اعادہ کرتے ہیں کہ بحالت موجودہ بلحاظ کمیونزم ہمارے درد کا علاج نہیں، لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ جن اصول پر حکومت کی گاڑی اس وقت چل رہی ہو، وہ بھی زیادہ عرصہ تک کام دیتے نظر نہیں آتے۔ آگ سے بچنے کی صحیح تدبیر یہ نہیں ہے کہ پانی کا ذخیرہ فراہم کرنے پر اکتفا کی جائے بلکہ ضرورت ہے اس بات کی کہ خود مکان کو اس طرح تعمیر کیا جائے کہ وہ آگ کو قبول نہ کرے اور خس و خاشاک سے اس کو صاف رکھا جائے۔

ہم حکومت کی دشواریوں سے واقف ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ برطانوی حکومت کی گری ہوئی عمارت کا ملبہ بھی اب تک صاف نہیں کر چکی ہے۔ تاہم اس وقت تک جس ذہنیت سے کام لیا جا رہا ہے وہ یقیناً ایک پاپولر اور غیر مذہبی حکومت کی روح کے منافی ہے اور قبل اس کے کہ کانگریس جدید تعمیر حکومت کی طرف متوجہ ہو، اسے پوری طرح غور کر لینا چاہئے کہ جس بنیاد پر وہ یہ عمارت قائم کر رہی ہے۔

وہ وقتی مضبوط ہو یا نہیں لیکن اس مضبوطی کا معیار قومی واسطہ کو نہیں بلکہ صرف اخلاقی قوت انسانیت پرستی اور فروغ نظری کو قرار دینا چاہئے جو مذہب، کلچر اور زبان سب سے بلند ہے ۔ (اکلار)

اشتہار

بحریہ از محکمہ عدالت دیوانی ضلع ورنگل واقع ١٠ شہریور ۱۳۵۸ف مقدمہ ۔ ۲۹ ۔ ۱۳۵۸ف با جلاس مولوی محمد معین الدین ناظم عدالت ضلع ورنگل اوپلہ ستو ہیرا وہ درخواستگزار بنام سرکار عالی ۔ دعویٰ عطاء صداقت نامہ وارثت اوپلہ وشوا ناتھم ولد ناگم قوم بقال عمرہ ۲۵ سال پیشہ تجارت سکنہ راما ناپیٹھ متھوارہ اوپلہ جگنا دہم ولد ناگم قوم بقال عمر ۳۰ سال پیشہ تجارت سکنہ راما ناپیٹھ متھوارہ اوپلہ لاد وسو دھنا زوجہ کاشیا قوم بقال عمر ۱۸ سال خانہ داری سکنہ راما ناپیٹھ متھوارہ ۔ ہرگاہ مقدمہ مندرجہ صدر میں مسمی اوپلہ ستو ہیرا وہ ولد کاشیا قوم بقال عمرہ سال نابالغ بولایت حقیقی نانا اوپلہ طیا ولد ناگم سکنہ راما ناپیٹھ متھوارہ متعلقہ ورنگل نے درخواست صداقت نامہ وارثت بدین مضمون پیش کی ہے کہ درخواست گذار کے والد مسمی اوپلہ کاشیا کا انتقال بتاریخ ۲۰ آذر ۱۳۵۲ف بمقام راما ناپیٹھ متھوارہ ہوا ۔ متوفی کے نام سے بھارت الوانس کمپنی ہیڈ آفس دہلی میں پالسی نمبر ۲۰۲۳۶ کی بابت رقم مبلغ ایک ہزار روپیہ جمع ہیں ۔ درخواست گذار متوفی کا فرزند حقیقی ہے جو بوجہ نابالغی اپنے نانا مسمی اوپلہ طیا کے زیر پرورش ہے ۔ من درخواستگذار کے علاوہ متوفی کے قریبی رشتہ داران مسمیان اوپلہ وشوا ناتھم و اوپلہ جگنا دہم و اوپلہ جگنا دہم و اوپلہ مدھ سودھنا ہیں جو من درخواست گذار کو عطائے صداقت نامہ کیلئے کوئی عذر نہیں ہے ۔ لہذا صداقت نامہ وارثت مبلغ مذکور الصدر کا حق درخواست گذار عطا فرمایا جائے پس بنظر پیش ہونے درخواست ہذا کے اطلاع دیجاتی ہے کہ درخواست گذار کو عطائے صداقت نامہ کے لئے جس کسی کو عذر یا حق وارثت حاصل ہو تو وہ بتاریخ ۱۵ اسفندار ۱۳۵۸ف اندرون ایک ماہ اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی کریں ۔ بصورت غیر حاضری حسب ضابطہ کارروائی عمل میں لائی جائے گی بعد کوئی عذر قابل سماعت نہ ہوگا ۔ آج بتاریخ ١٠ شہریور ۱۳۵۸ف بہ ثبت دستخط و مہر عدالت کے جاری کیا گیا فقط

شرح دستخط سررشتہ دار عدالت ۔

اعلان

بلدہ حیدرآباد و سکندرآباد کے مالکان ہوٹل و رسٹورنٹ وغیرہ کو بذریعہ ہذا اطلاع کیا جاتا ہے کہ جس کسی کو ابلا چاول حاصل کرنا مقصود ہو وہ دفتر نظامت راشن بندی واقع جام باغ پرکار ڈ داخل کرکے اجازت نامہ ابلا چاول کا حاصل کر سکتے ہیں ۔ فقط شرح دستخط ۔ صاحب ناظم راشن بندی ۔

اعلان

چونکہ گندم کا ذخیرہ وصول ہو چکا ہے اس لئے حیدرآباد و سکندرآباد کے حدود راشن بندی میں حسب سابق گندم اجرا کرنے کے متعلق تصفیہ کیا گیا ہے ۔ سابقہ اعلان نسبت عدم اجرائی گندم گروپ (٢) و (٣) اور (٤) منسوخ کیا گیا ہے ۔ اور گندم فوراً تمام دکانات راشن بندی سے اجرا ہوگا ۔ حالیہ تناسب دوسرے گروپ کے مطابق حسب ذیل ہے ۔

اجناس	گروپ اول: بالغ	گروپ اول: نابالغ	گروپ دوم: بالغ	گروپ دوم: نابالغ	گروپ سوم: بالغ	گروپ سوم: نابالغ	گروپ چہارم: بالغ	گروپ چہارم: نابالغ	گروپ خصوصی برائے بارنگ چاول: بالغ	گروپ خصوصی برائے بارنگ چاول: نابالغ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
١ ۔ چاول	٢ چھٹانک	ایک چھٹانک	½ چھٹانک	١ چھٹانک	۔	۔	٣ چھٹانک	½ چھٹانک	٦ چھٹانک	٣ چھٹانک	٢ چھٹانک روزانہ	½ پاؤ از منظورہ کوٹہ ہفتہ واری	½ پاؤ از منظورہ کوٹہ ہفتہ واری
٢ ۔ گندم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۔	۔		⅓ از منظورہ کوٹہ ہفتہ واری	⅓ از منظورہ کوٹہ ہفتہ واری
٣ ۔ جواری	[illegible]	[illegible]	۔	۔	۔	۔	۔	۔	۔	۔		⅓ از کوٹہ منظورہ ہفتہ واری	⅓ از منظورہ کوٹہ ہفتہ واری
کل مقدار روزانہ	[illegible] چھٹانک	[illegible] چھٹانک	[illegible] چھٹانک	[illegible] چھٹانک	[illegible] چھٹانک	[illegible] چھٹانک	[illegible] چھٹانک	[illegible] چھٹانک	٦ چھٹانک	٣ چھٹانک	٢ چھٹانک		

روٹی کے ٹکٹ راشن بندی کی دکانات سے دستیاب ہو سکتے ہیں ۔ اور گندم یا میدہ کے معاوضہ میں راشن کارڈ پر روٹی اجرا ہوگی ۔ ایک روٹی کا پونڈ ۱۴ چھٹانک وزن روٹی یا ۱۲ چھٹانک گندم یا ۱۰ چھٹانک میدہ آٹا یا گیہوں کے آٹے کے مساوی ہے ۔ اس طرح سے ایک بالغ شخص گندم کے کوٹہ میں ایک ہفتہ تک (٣) چھٹانک روزانہ کے حساب سے تبدیل کر سکتا ہے ۔ اور روٹی کے ٹکٹ کے عوض ایک پونڈ کے لئے جو (١٢) چھٹانک روٹی کے وزن کے مساوی یعنی (½١ پونڈ منظورہ) اسکے علاوہ ایک چھٹانک گندم حاصل کر سکتا ہے فقط ۔ شرح دستخط ناظم راشن بندی ۔

پارچہ جات

ایف ۔ ڈی ۔ خان اینڈ سنز حسینی

محی الدین بلڈنگ حیدرآباد دکن

فون نمبر (٢٦٣٢٨)

سماج محل

ہیر ڈریسنگ سیلون لیڈیز

ہیر ڈریسنگ و ہربو دواخانہ

اینڈ جنرل مرچنٹس

دائرکٹ سرس

حیدرآباد دکن

... طبع ہو کر دفتر حکمت ... سے شائع ہوا ۔